أقسامِ جہل

تحریر: جناب غلام سرور قریشی۔ عباس پورہ جہلم

جہلِ بسیط اور جہل مرکب، جہل کی یہ دو اقسام ہیں۔ اسلام اپنی نورانی تعلیمات کے مقابلے میں ان تمام تعلیمات کو، جو اسکی ضد ہوں یا اسکی تعلیمات کی تردید کرتی ہوں، جہل کہتا ہے۔ سائنسی ریسرچ جو کائنات کے سربستہ رازوں کا افشا کرتی ہوں اور جن سے انسان کی بھلائی مقصود ہو، اسلام ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ...... مگر بے کار اور غیر مفید ریسرچ اور غیر نافع علوم وفنون کو تضیع اوقات کہتا ہے۔ خلائی تحقیقات کے نتیجے میں اگر انسانی فلاح حاصل ہوتی ہو تو بلاشبہ وہ اچھی ہے ...... لیکن اربوں روپے کے صرف سے کسی ممکنہ خلائی جنگ کی تیاری کرنا، سراسر انسانی وسائل کی بربادی ہے۔ مثلاً ...... چاند پر اترنا، بے شک ایک بڑا اقدم ہے مگر یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اس سے انسانیت کی کیا خدمت ہوئی ہے؟ کیا اس سے زمین کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے؟ کیا اس سے بیماری پر قابو پانے میں مدد ملی ہے؟ کیا اس سے خشک سالی پر قابو پانے کی اہلیت حاصل ہوئی ہے؟ اگر ان کا جواب اثبات میں ہے تو ٹھیک ...... بصورت دیگر ...... یہ ساری کاروائی غیر مفید ہے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات سراسر تبذیر کے حکم میں داخل ہیں۔ یہ تمہیدی کلمات اس لئے لکھے گئے ہیں کہ قارئینکرام کے ذہن میں اس تحریر کو پڑھتے ہوئے کوئی شبہات پیدا ہوں تو ان کا ازالہ ہو جائے۔

ماہرینِ تحلیلِ نفسی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان اپنی کسی کوتاہی کا اعتراف بڑی مشکل سے کرتا ہے۔ اسکی یہی ضد اس کی ہدایت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ قرآن مجید ایسے انسان کے لئے ﴿مختالاً، فخوراً، ظلوماً، جهولاً﴾ (متکبر، شیخی خورا، بڑا ظالم اور جاہل) جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ بیمار اگر اپنے تیئں بیمار ہی نہ مانے تو علاج کیسے ہوگا؟ اگر کوئی گمراہ اپنی گمراہی کو تسلیم ہی نہ کرے تو ہدایت کیسے قبول کرے گا؟ جہلِ بسیط یہ ہے کہ انسان اپنی کوتاہی کو مانتا ہو۔ ایسا شخص قابلِ اصلاح ہوتا ہے۔ جہلِ مرکب یہ ہے کہ انسان اپنی کوتاہی کو تسلیم نہ کرے بلکہ یہ ادعا رکھتا ہو کہ وہ ہر کوتاہی سے مبرا ہے۔ ایسا انسان ناقابلِ اصلاح ہوتا ہے۔ یہ صورت دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی سزا ہے۔ قرآن پاک میں مذکور ہے: ﴿ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً ......﴾ (الانعام: ۱۲۵) یعنی: "جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرمالیتے ہیں کہ (بس اب) اسے گمراہ کر دینا ہے تو اس کا سینہ (دل) قبولِ حق کیلئے بہت تنگ کر دیتے ہیں"۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اللہ باری تعالیٰ یہ ارادہ کب فرماتے ہیں ؟ اللہ تعالیٰ یہ اہتمام فرماتے رہتے ہیں کہ ہدایت کا پیغام اس کے ہر بندے تک پہنچتا رہے تاکہ وہ راہِ راست اختیار کرے۔ اپنے عقائد کی اصلاح کرے اور ان پر اعمال صالح کی عمارت رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تعمیر کرے۔ یہ پیغام قرآن مجید، سنت رسول ﷺ، حدیث شریف، اسلامی کتب، علمائے حق کی تبلیغ اور دیگر جدید و قدیم ذرائع ابلاغ کی وساطت سے ہر بندے تک پہنچتا رہتا ہے اور پھر اگر کوئی بندہ مسلسل اعراض کرے اور ہدایت کی ہر دعوت کو مسترد کرتا رہے تو آخر ایک ایسا وقت آجاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمادیتے ہیں کہ اب اسے مستقل طور پر گمراہی کی تاریکیوں میں دھکیل دیا جائے اور اس میں سے قبولِ حق کی صلاحیت ہی سرے سے سلب کرلی جائے۔ قبول حق کی استعداد کا سلب کرلیا جانا، بندے کے لئے بظاہر تو کوئی سزا نہیں...... لیکن غور کریں تو اس سے بڑی سزا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ سزا انسان کی زندگی پر ظاہراً تو کوئی اثر نہیں ڈالتی اور نہ ایسے انسان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں اتنا سنگین فیصلہ اسکے متعلق ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں اسکی پوری زندگی برباد ہو کر رہ گئی ہے اور دائمی دوزخ اسکے لئے مقرر کردی گئی ہے اور یہ انجام بد ہے اس جہلِ مرکب کا جس کا وہ شکار تھا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہل مرکب اور اسکی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھے۔ اور ہمیں ہماری کوتاہیوں اور گمراہیوں سے متنبہ فرماتا رہے اور ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق ارزانی رکھے۔ آمین ۔

اس مسئلہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ خود ہدایت کے نام پر بے شمار دعوتیں انسان کو مل رہی ہیں جن میں سے اکثر باہم متناقض اور متصادم ہیں تو ایسے میں انسان کیا کرے ؟ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ انسان اگر یہ فیصلہ کرے کہ وہ حق کا جویا رہے گا اور بس...... تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی راہنمائی فرماتے ہیں اور قبولِ حق کیلئے اس کا سینہ (دل) فراخ فرمادیتے ہیں۔ اس نے ہدایت کے دو خزانے انسان کیلئے مقرر فرمادیئے ہیں۔ ایک اپنی کتاب اور دوسرا اپنے رسول ﷺ کی سنتِ مطہرہ۔ یہ دونوں خزانے ہمیشہ کیلئے، ہر قسم کی ملاوٹ سے محفوظ بنادیئے گئے ہیں۔ تاکہ حق کا متلاشی کوئی بھی بندہ، یہاں سے حق اور ہدایت کو اصلی شکل میں پالے۔ ہدایت کے نام پر بلند ہونے والی بے شمار آوازوں میں سے...... انسان کس پر کان دھرے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے...... جو صرف اور صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر بندے میں اتنی لیاقت کہاں سے آئے ؟ کہ وہ کسی آواز کو قرآن و حدیث کے معیار پر پرکھ سکے ؟ اس کا ایک جواب تو پہلے آچکا ہے کہ بندہ اگر تلاش حق کا عہدِ صمیم کرلے تو اللہ تعالیٰ توفیق کے دروازے وا فرمادیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فہم و ادراک بھی تو عطا کیا ہے۔ وہ عقل

سے کام لے تو عقلِ سلیم بھی اس کی خدمت کو تیار ہو گی۔ ہر انسان جن عقائد پر جما ہوا ہے، ان کی اگر تردید، تنقیص یا تکذیب کی جائے تو وہ ان کے دفاع پر بڑی جاندار بحث کرتا ہے...... گویا ہدایت کی جس شکل کو اس نے ہدایت سمجھ کر قبول کیا ہے۔ اس کے اثبات کیلئے اسکے پاس علمی اور عقلی دلائل بھی موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص عند اللہ اس لئے نہیں چھوٹ جائے گا کہ اس میں اثباتِ حق کی لیاقت نہ تھی اس لئے وہ گمراہ رہا...... لہٰذا وہ رہائی کا اہل ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اسکے علمی اور عقلی دلائل اتنے زبردست تھے کہ اس نے باطل کو حق ثابت کر کے اسے قبول کر لیا۔ اگر غلط عقائد اور غلط اعمال کی کوئی عقلی یا علمی بنیاد انسان کے پاس موجود نہ تھی تو چاہیے تھا کہ وہ دوسرے آدمی کے دلائل سے متاثر ہو کر ان کی اصلاح کر لیتا مگر ایسا نہیں ہوتا، بلکہ ہر انسان اپنے عقائد و اعمال کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے...... قطع نظر اس سے کہ وہ خواندہ ہے یا ناخواندہ ! یوں انسانوں کے عقائد پہلے درجے میں "شعوری" اور دوسرے درجے میں "موروثی" ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر انسان خود اپنے عقائد و اعمال کے سلسلے میں جوابدہ ہے اور اس سلسلے میں اگر اس سے باز پرس ہوئی تو وہ اپنی ذمہ داری کا بوجھ کسی دوسری طرف منتقل نہیں کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کی انتہا کر دی اور کسی بھی دور میں تلاشِ حقیقت کا کام اپنے بندوں کے ذمے نہیں لگایا بلکہ اولین بشر یعنی حضرت آدمؑ کو ابو البشر کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انھیں وہ آسمانی ہدایت عطا فرمائی جس کے مطابق انھیں اور ان کی اولاد کو دنیا میں زندگی گزارنا تھا۔ پھر ہر دور میں انسانوں کے گروہوں کیلئے آسمانی ہدایت آتی رہی اور ان سے صرف یہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ اس ہدایت کو قبول کر لیں۔ ہدایت ہمیشہ آیاتِ بینات کی شکل میں پیش کی جاتی رہی اور انسان کیلئے یہ بڑا ہی آسان کام تھا کہ انبیاء کرامؑ کی دعوتِ حق کو فوراً قبول کر لیتا...... مگر ایسا بہت کم ہوا۔ جن لوگوں نے تلاشِ حقیقت کا کام اپنے ذمہ لیا...... وہ فلاسفہ تھے یا عقلاء...... منطقی تھے یا ریاضی دان !!! ہمیشہ گمراہ ہوئے۔ ان میں سے بعض کئی مذاہب کے بانی ہوئے۔ مثلاً...... کرشن جی مہاراج، گوتم بدھ، زرتشت وغیرہ کوئی چھوٹے لوگ نہ تھے۔ دنیا میں ان کے کروڑوں پیروکار آج بھی موجود ہیں مگر...... وہ خود اور انکے متبعین آخری سچائی کی تلاش میں بری طرح ناکام رہے۔ دہریت کے علمبردار بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں مگر روس، کارل مارکس کے فلسفۂ حیات پر ستر سال تک کاربند رہ کر اس پر تین حرف بھیج چکا ہے۔ بت پرست ہندو کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے۔ ہندومت، آریا سماج، جین مت کا ایک ناقابلِ شناخت ملغوبہ ہے۔ یہ مختلف اشکال اس گمراہی کی ہیں جو ان لوگوں اور ان کے متبعین کا مقدر بنی جنھوں نے آسمانی ہدایت کو مسترد کر کے تلاشِ حقیقت کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔

اس مشکل کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ بندوں نے آسمانی ہدایت کو قبول کر لیا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس آسمانی ہدایت میں ترامیم کر ڈالیں۔ اپنی پسند و ناپسند کو اس ہدایت میں داخل کر دیا۔ تورات اور

انجیل کے پیروکاروں نے ان کتابوں کو سرے سے بدل ڈالا۔ قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی اس حرکت کا مفصل ذکر موجود ہے۔ ظلم یہ ہوا کہ یہ فعلِ شنیعہ علمائے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ مگر جن لوگوں نے ان کی غلط تعلیمات کو قبول کر لیا۔ وہ تھے تو عوام یا جہلاء..... مگر ان سے کوئی بھی اس لئے معافی نہیں پائے گا۔ کہ وہ خود ہی گمراہ نہیں ہو گیا تھا بلکہ اسے علماء نے گمراہ کیا تھا۔ البتہ جہنم میں وہ یہ ضرور کہیں گے ﴿وقالوا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراء نا فأضلونا السبيلاo ربنا آتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيراً﴾ (الاحزاب: ۶۷۔۶۸)

ترجمہ: "اور (وہاں) کہیں گے مالک ہمارے! (ہم سے غلطی ہوئی) ہم نے اپنے سادات اور اکابر کا کہا مانا (ان کی تقلید کی) انھوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب! ان سرداروں اور بڑوں کو دو گنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر"۔ یہ بڑے اکابر اور سادات سیاسی، سماجی اور مذہبی تینوں میدانوں میں عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ چنانچہ فضول خرچی کر کے معاشرے میں غلط معاشرتی اور سماجی روایات قائم کرنے والے لوگوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں انھیں ﴿مترفین﴾ کا نام دیا گیا ہے۔ "مترفین" ہی بعض امتوں پر آسمانی عذاب کا باعث بنے تھے۔ فرعون، قارون اور ھامان نے بیک وقت سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی میدانوں میں بگاڑ پیدا کیا تھا۔ فرعون کی شکل میں طاغوت نے اتنی دیدہ دلیری دکھائی کہ وہ خدا ہی بن بیٹھا۔ یہاں دو واقعات کی طرف اشارہ کرنا قارئینِ کرام کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔ اور ان دونوں واقعات سے ہمارے موضوع کی وضاحت ہو گی۔

اولاً: یہ کہ جادوگر فرعون کے دربار میں عین اس کی آنکھوں کے سامنے ایمان لے آئے۔ گویا اللہ باری تعالیٰ نے اپنی ہدایت اس وقت بھی پیش کی جب وہ موسیٰ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

ثانیاً: یہ کہ فرعون، ان جادوگروں کی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں شکست سے بھی سبق سیکھنے میں ناکام رہا..... حالانکہ یہ شکست آیتِ بین تھی۔

میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ اللہ رحمٰن و رحیم کا کرم ہے کہ وہ ہدایت کی تلاش کا کام ہمارے سپرد نہیں کرتا بلکہ ہدایت ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے۔ ہمیں صرف اسے قبول کرنا ہوتا ہے۔ یہ سلسلۂ ہدایت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ یہ تھی کہ انسان ارتقاء کی منازل طے کر کے اب اتنا بالغ النظر ہو گیا ہے کہ پوری کی پوری آسمانی ہدایت اس کیلئے بھیج دی جائے جو قیامت تک کے انسانوں کیلئے انسانی حیات کے تمام میدانوں میں ان کی رہنمائی کرتی رہے اور کسی قسم کی کمی باقی نہ رہنے دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سرورِ کائنات امامِ اعظم محمد ﷺ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

ایک بڑا لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ باری تعالیٰ نے تورات اور انجیل اور انبیائے سابق کی تعلیم کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور علمائے یہود و نصاریٰ نے انھیں مسخ کر ڈالا۔ حالانکہ اگر اللہ باری تعالیٰ چاہتے تو یہ منزل من اللہ کتب

بھی ان لوگوں کی تحریف اور دستبرد سے محفوظ رہ جاتیں...... مگر ایسا کرنے کی ضرورت اس لئے نہ تھی کہ ان کتب کو قیامت تک ہدایت کا کام نہیں کرنا تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالی نے قرآن مجید کے متن، اسکی قرأت، اسکی ترتیب اور اس کی تشریح کی حفاظت اپنے ذمے لے لی۔ اس تشریح کو قرآن مجید کا "بیان" کہا گیا ہے۔ یہ بیان حضور ﷺ کی حدیث اور سنت مبارکہ ہے۔ کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ حضور ﷺ قرآن کی تشریح خود فرماتے تھے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ اپنی خواہش سے نہ بولتے تھے ﴿وما ینطق عن الهویٰ ○ إن هو إلا وحي یوحی﴾ (النجم: ۳۔۴) یعنی: "اور آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، جب بھی آپ بولتے ہیں تو وہ صرف وحی ہی ہوتی ہے"۔ چنانچہ آپ کی سنت اور حدیث شریف قرآن مجید کا وہ آسمانی "بیان" ہے جس کی حفاظت بھی اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ آسمانی ہدایت قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ کی شکل میں انسان کیلئے محفوظ ہے۔ انسان کا کام اتنا ہی ہے کہ اسے قبول کرے اور اسکی روشنی میں زندگی گزار کر اپنے رب کے حضور پیش ہو جائے۔ یہ ہدایت اتنی جامع ہے کہ کسی بھی انسان کو اس کی موجودگی میں کبھی اور کہیں یہ احساس نہ ہوگا کہ یہ اس کی رہنمائی سے قاصر ہے۔ فرمانِ رسالتِ مآب ہے: (ترکتکم علی المحجة البیضاء، لیلها کنهارها) یعنی: "میں تمہیں ایک ایسے واضح اور روشن راستے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح اظہر من الشمس ہے"۔ یہ عقائد اور انسانی حیات کے تمام معاملات میں وہ اخلاقی ہوں یا روحانی...... مادی ہوں یا دنیوی ___ پوری پوری رہنمائی کرتی ہے۔ مگر انسان اپنا ہاتھ یہاں بھی دکھا گیا...... ہاتھ کی صفائی کا یہ عمل یہاں بھی علمائے سوء ہی نے کیا اور قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے متعین، بین اور متفق عقائد و نظریات اور اعمال کو متنازعہ بنا کر رکھ دیا اور اس تنازعہ میں امتِ محمدیہ کی شیرازہ بندی کو منتشر کر دیا اور امت ان گنت خانوں میں بٹ گئی۔ یہ ظلم یہیں پر ختم نہ ہوا بلکہ پہلے تقسیم و تفریق ہوئی اور پھر تقسیم شدہ اجزائے امت کی تکفیر ہونے لگی اور یہ کام چونکہ ﴿سادتنا و کبراء نا﴾ یعنی "جبہ و دستار میں ملبوس بڑے بڑے مذہبی سادات اور اکابر" کرتے ہیں اسلئے مسلم عوام ان نام نہاد تقدس مآب حضرات کے پیچھے اس کاروبار میں شریک ہو جاتے ہیں۔

میں قارئینِ کرام کے واسطے وہ نقشہ پیش کرتا ہوں جو قرآن مجید نے اس کیفیت کے بیان کے لئے کھینچا ہے۔ یہ مقام عالی شان پچیسویں پارہ کی سورۃ (الزخرف: ۳۶ تا ۳۹) میں ہے: ﴿ومن یعش عن ذکر الرحمان نقیض له شیطاناً فهوله قرین ○ وإنهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون أنهم مهتدون ○......﴾ ترجمہ: (اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جاوے (یعنی منہ موڑ لے تو) ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ سو وہ (ہر وقت) اسکے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ان کو راہِ حق سے روکتے رہتے

س اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوئے گا تو (اس
یطان سے) کہے گا کہ کاش! میرے اور تمہارے درمیان (دنیا میں) بعد المشرقین ہوتا کہ (تو تو) برا ساتھی تھا۔
ر (ان سے کہا جائے گا) جبکہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی (بلکہ) تم (اور
یاطین) سب عذاب میں شریک ہو)۔

ہم سب کو یہ دیکھنا واجب ہے کہ کہیں ہم ہدایت اور رہنمائی کے لئے قرآن مجید سے منہ موڑ کر کسی دیگر
ریعۂ ہدایت کی طرف تو نہیں دیکھتے۔ یہ ڈرنے کا مقام ہے۔ بحث وجدال کا نہیں۔ اللہ باری تعالیٰ اس حرکت پر اتنے
راض ہوتے ہیں کہ ایسے شخص پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ ﴿نقیّض﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان ایسے گھیر لیتا
یسے انڈے کا خول، زردی اور سفیدی کو محیط ہوتا ہے۔ شیطان ایسے شخص کو اس طرح اپنے حصار میں لے لیتا ہے کہ
ر کوئی روشنی اس انسان تک نہیں آسکتی۔ وہ شیطان کے قائم کردہ پردۂ ظلمات کے اندر مقید ہو جاتا ہے، وہ باطل کو
طل کہتا ہی نہیں۔ اس لئے اس پر اصلاح کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس پر انکشافِ حقیقت میدانِ حشر
ں اس وقت ہوگا جب وہ ربِ جبار و قہار کی عدالت میں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا، جب اس کے اعمال
باد ہو جائیں گے۔ تب اسے معلوم ہوگا کہ قرآن مجید سے اعراض، چشم پوشی اور منہ موڑنے کی سزا جہنم کی شکل
ں اسکے سامنے ہے۔ پھر وہ شیطان کو کوسے گا، کفِ افسوس ملے گا مگر......بے سود!

یہاں یہ خیال نہ پیدا ہو جائے کہ اتنی سنگین سزا صرف قرآن سے منہ موڑنے پر ملے گی......بلکہ اس میں
"بیان" بھی شامل ہے جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: (تركت فيكم أمرين، لن تضلوا ما تمسكتم
بهما، كتاب الله وسنتي) یعنی: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے
کڑے رکھو گے اور اس پر قائم رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور تم یقیناً ہدایت پر رہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور
دوسری میری سنت ہے"۔ سنتِ رسول اللہؐ دراصل کتاب اللہ ہی کا عملی بیان ہے۔ پس جس نے قرآنِ مجید
سے منہ موڑا، اس نے حدیث سے منہ موڑا۔

قرآن مجید میں یہ مضمون بڑی کثرت سے بیان ہوا ہے کہ اکثر لوگ جہلِ مرکب کا شکار ہو کر میدانِ حشر
ں ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ دوسرا مقام ملاحظہ فرمایئے کہ شیطان کس طرح غلط اعمال و عقائد کو خوبصورت بنا کر
یش کرتا ہے۔ یہ بیان والاشان (سورۃ الکہف: ۱۰۴) میں آیا ہے: ﴿الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا
هم يحسبون انهم يحسنون صنعاً﴾ یعنی: "یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری
وئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں"۔ ہندوں کو اپنے عقائد و اعمال کا

محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ سنے سنائے پر نہ جانا چاہیے۔ کوئی کسی کا ضامن نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے کیے کرائے کا خود ذمہ دار ہے۔ ضامن صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔ بات ہمارے کہنے یا سمجھنے کی نہیں ہے۔ ہمیں چھان پھٹک کرتے رہنا چاہیے کہ بھلا ہم جو کچھ جن بنیادوں پر کررہے ہیں ان کی صحت و صداقت پر قرآن و سنت کی ضمانت موجود ہے یا نہیں ؟ یہ کام ہر بندے کے اپنے کرنے کا ہے۔ مبادا میدانِ حشر میں کیے کرائے پر پانی پھر جائے۔

ہم گناہ گار ہیں۔ اپنی نجات کے لئے اللہ باری تعالیٰ کی عنایت اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔ حضورؐ اقدس شفیع المذنبین ہیں۔ وہ اپنی امت کی بخشش کے لئے سفارش فرمائیں گے۔ یہ شفاعت برحق اور ہم اس کے طالب ہیں۔ مگر قرآن مجید میں ایک بڑا ہی عبرت آموز مضمون بیان ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو قرآن سے منہ موڑنے والے ہیں۔ ساقی کوثرؐ کا جام گردش میں ہوگا۔ آپؐ اپنے پیاسوں کو جام پہ جام عطا کررہے ہوں گے۔ اپنی امت کے عاصیوں کی شفاعت فرمارہے ہوں گے۔ انھیں جہنم سے نکال نکال کر لارہے ہوں گے۔ انکے جلے ہوئے جسموں کو حوضِ کوثر کے پانی سے نہلا کر جنت میں لارہے ہوں گے۔ مگر آپؐ اپنی ہی امت کے ایک پنج کلیان گروہ کو فرمائیں گے :(سحقاً سحقا لمن غيّربعدي) یعنی :"دور ہو جاؤ، میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ...... جنھوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا"۔ ذرا سوچئے یہ پنج کلیان گروہ کونسا ہوگا ؟ یہ پنج کلیان جماعت مسلمانوں کی ہوگی۔ انکے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ وہ جماعت نمازیوں کی ہوگی۔ مگر حضور اقدس ﷺ اور انکے درمیان پردہ تان دیا جائے گا۔ رحمتِ عالم ﷺ فرمائیں گے :(امتي امتي)فرشتے عرض کریں گے : حضورؐ! بلاشبہ یہ آپؐ ہی کے امتی ہیں اور نمازی بھی ہیں...... مگر انھوں نے آپؐ کے بعد آپؐ کے دین میں نئی نئی باتیں داخل کردی تھیں۔ اس لئے آج یہ آپؐ کی شفاعت یا جامِ کوثر پر اپنا استحقاق کھو بیٹھے ہیں۔

جی ! تو بات شفاعت کی ہورہی تھی...... حضور اقدس ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور وہ شفاعت قبول بھی ہوگی۔ آپؐ کا ارشاد ہے :" آدم اور آدم کی ساری اولاد میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ مجھے ہی مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ میں ہی سفارش کروں گا جو قبول کی جائے گی اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہوگی (بلکہ اللہ کی عنایت ہوگی) کتب حدیث میں اسے شفاعتِ کبریٰ کہا گیا ہے۔ مگر شافعِ امتؐ، اپنی ہی قوم کے ایک گروہ کے خلاف ربِ جبار و قہار کی عدالت میں مدعی بن کر کھڑے ہوں گے اور ان کے خلاف مقدمہ پیش کریں گے۔ ایسا بد نصیب گروہ کون ہوگا ؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھیں اور ہمیں اس گروہ میں شامل نہ فرمائیں۔

یہ بد نصیب گروہ جس کے خلاف حضور ﷺ مدعی بن کر کھڑے ہوں گے...... ان لوگوں کا ہوگا جنھوں نے قرآن سے منہ موڑا ہوگا۔

میں قرآن مجید کے اصل الفاظ پیش کر رہا ہوں تاکہ قارئین خود تلاوت کریں اور اس مقام کی اہمیت کا اندازہ فرمائیں۔ (سورۃ الفرقان: ۳۰) ﴿وقال الرسول يارب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجوراً﴾ ''اور (اس دن) رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا''۔

یہ انجام بد ہے اس سوچ کا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ سے اعراض و اغماض کا باعث بنتی ہے اور یہ سارے کام کرنے پر شیطان اکساتا ہے۔ گروہی عصبیت کے تحت قبول حق میں ہچکچاہٹ ایک پرانا رویہ ہے۔ اس سے نجات پانا کوئی آسان کام نہیں۔ مگر عند اللہ بخشش پانے کیلئے گروہی یا جماعتی حوالے کام نہ دیں گے، وہاں انفرادی طور پر ہر شخص اپنے کئے کرائے کا ذمہ دار اور جوابدہ ہوگا۔ اسلام قرآن و سنت کا نام ہے۔ اس سے باہر حق کا کوئی وجود نہیں ہے۔ حق صرف اور صرف اسی دائرے کے اندر ہے۔ جھنڈا صرف رسول اللہ ﷺ کا ''لواء حمد'' ہے اور اس جھنڈے تلے وہی خوش نصیب جمع ہوں گے جن کے عقائد و اعمال کی عمارت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ پر استوار ہوگی۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے عقائد و اعمال کا شعوری محاسبہ کرے اور انھیں پوری طرح قرآن و سنت کے دائرہ کے اندر رکھے۔

قرآنِ عزیز میں کئی بار اس حسرت ناک انجام کا ذکر کیا گیا ہے جس سے وہ لوگ دوچار ہونے والے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ کر کسی اور بزرگ، مصلح یا عالم کے راستے پر چل پڑے تھے۔ پھر میدان حشر میں جب ان پر یہ حقیقت کھلی کہ ان کے سرمایۂ عمل میں کوئی بھی چیز اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی اور ان کی تمام بدنی اور مالی عبادات مردود ٹھہرا دی گئی ہیں۔ ان کی بخشش کے تمام امکانات جاتے رہے ہیں..... تو ایسے المناک موقع پر جو کچھ وہ کہیں گے اور اپنی دائمی بربادی پر جس طرح روئیں گے..... قرآنِ عزیز نے وہ پورا نقشہ بیان کر دیا ہے۔ میں یہ تحریر ختم کرنے سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے عقائد پر ثابت قدمی سے جم جانا اور ان میں کوئی رخنہ نہ ڈالنا، پھر ان پر اعمالِ صالحہ کی مسنون عمارت قائم کرنا ہی نجات کی واحد ضمانت ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کے تعلیم کردہ عقائد میں تو بال برابر کمی بیشی بھی مکمل بربادی کا باعث ہوگی۔ اس میں کسی نقص کو اللہ باری تعالیٰ پسند نہیں فرمائیں گے۔ یہاں نقص ہوا تو نہ حضورِ اقدس ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کوئی رعایت برتیں گے..... ہاں! ہم عاجز بندے اعمال کے ضمن میں جو کوتاہیاں کریں گے، ان سے اللہ باری تعالیٰ چاہیں تو صرفِ نظر فرمائیں گے۔ ہمیں اس کی بے پایاں رحمت کے اس کثیر خانے سے ضرور حصہ ملنے کی امید ہے جس کے ننانوے حصے (99%) میدانِ حشر میں بندوں پر لٹائے جائیں گے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت کے دامن میں ڈھانپ لیں مگر ہمیں اس بات کا یقین حاصل کر لینا واجب ہے کہ ہمارے عقائد اور اعمال

حضورِ اقدس ﷺ کی نورانی تعلیم اور قرآن پاک کی ہدایت کے عین مطابق ہیں۔ ورنہ یہ انجام ہوگا۔ انیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ﴿ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یالیتني اتخذت مع الرسول سبیلاً ٥ یا ویلتیٰ لیتني لم أتخذ فلاناً خلیلاً﴾(الفرقان : ۲۸،۲۷) یعنی :"اور جس روز ظالم (یعنی آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا : کیا ہی اچھا ہوتا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راہ پر لگ جاتا۔ ہائے میری شامت (میں نے ایسا نہ کیا)۔ کیا ہی اچھا ہوتا میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ اس نے مجھے ہدایت آچکنے کے بعد پھر بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے"۔

قرآن دہائیاں دے رہا ہے۔ اب بھی اگر کوئی نہ سنبھلے تو اس کی اپنی مرضی۔ یہ کہنے والا ہدایت پانے کے بعد شیطان کے بہکاوے میں آگیا اور رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ عقائد و اعمال میں کوئی کمی بیشی یا من مانی کر بیٹھا۔ اب وہ شیطان کو مطعون کر رہا ہے اور اپنی بدبختی کا ماتم کر رہا ہے اور یہ ساری بدبختی اس وجہ سے ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک راہ سے جدا ہوا۔ اسلئے ضروری اور لابدی ہے کہ ہم مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کی دعوت الی اللہ قبول کر چکے ہیں، پوری زندگی ہوشیار رہیں کہ مبادا شیطان ہمیں آپ ﷺ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے جدا کر دے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ظلم کریں گے اور میدانِ حشر میں اپنے تمام اعمال تمام نیکیاں گنوا بیٹھیں گے مگر کوئی حسرت کوئی پچھتاوا کوئی التجا کام نہ دے گی۔ وماعلینا إلا لبلاغ

بقیہ : عاصمانی بجلی

عاصمہ جہانگیر کو چاہیے کہ وہ روزنامہ "انصاف" میں چند روز پہلے شائع شدہ فرزانہ چیمہ صاحبہ کا تحریر کردہ مضمون ضرور دیکھے، جس میں انھوں نے عاصمہ جہانگیر کے تازہ ترین انٹرویو کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے عاصمہ جہانگیر کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ پاکستانی عورتوں کی نمائندہ نہیں ہے۔ مگر وہ دھوکہ دہی اور فریب انگیزی جاری رکھے ہوئے ہے کیونکہ اس کے بغیر اسکا چارہ نہیں ہے۔

ہمارے اردو شاعروں نے آسمانی بجلی کے ہاتھوں آشیاں اور چمن کے جلنے کے مضامین کثرت سے باندھے ہیں۔ غالب نے کہا تھا ؎ گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو ؟" آسمانی بجلی جہاں گرتی ہے اس جگہ کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ پاکستان ایک خوبصورت چمن ہے جو عطیۂ باری تعالیٰ ہے۔ اسلامی نظریاتی اساس اس چمن کا حصار ہے۔ عاصمہ جہانگیر محض ایک عورت نہیں ......بلکہ وہ ایک تحریک کا نام ہے جو پاکستانی چمن کے نظریاتی حصار کی تباہی کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہے۔ یہ تحریک "عاصمانی بجلی" ہے جو پاکستان کے خاندانی نظام کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔ وطنِ عزیز کے محافظوں کا یہ فرض ہے کہ وہ آسمانی بجلی کے ساتھ ساتھ "عاصمانی بجلی" کی تباہ کاریوں کے خلاف بھی مؤثر حفاظتی اقدامات اٹھائیں۔